مولانا محمد شہاب الدین ندوی

اسلامی شریعت کی معقولیت و سدا بہاری

نوٹ: یہ خطبۂ صدارت مولانا محمد شہاب الدین ندوی نے اسلامک لاء کونسل کے پہلے کنونشن منعقدہ بنگلور میں بتاریخ ۲۸/ نومبر ۱۹۹۳ء کو پیش کیا۔ یہ کونسل علماء ووکلاء اور صحافی و دانشور حضرات پر مشتمل ہے جو ہندوستان میں تحفظ شریعت نیز اسلامی قانون کی معقولیت و برتری ثابت کرنے اور برادران وطن کے شکوک و شبہات بذریعہ لٹریچر دور کرنے کی غرض سے قائم ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم آب و گل میں دو قسم کے قوانین جاری کیے ہیں۔ ایک مادی و طبیعی اور دوسرے شرعی و اخلاقی۔ قسم اوّل کا دائرہ تمام مادی اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ یہ زمین و آسمان، چاند سورج، ستارے اور نباتات و جمادات سب کے سب لگے۔ بندھے قانون کے پابند ہیں۔ اسی طرح خلاق عالم نے نوع انسانی کے لیے ایک شرعی و اخلاقی ضابطہ بھی تجویز کیا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے برابر جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسے آزاد و بے سہارا نہیں چھوڑ دیا بلکہ اسے چند اخلاقی اصول و ضوابط کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ معاشرہ کسی قسم کے انتشار یا بدنظمی کا شکار نہ ہو جائے۔

اسلامی قانون ابدی کیوں؟

نوع انسانی کو شرعی و اخلاقی اصول و ضوابط انبیائے کرام کی معرفت ملتے رہے ہیں، جنھوں نے اقوام عالم کو ربانی شریعت کا پابند بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ فطرت و شریعت میں ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ مگر آج سابقہ انبیائے کرام کی اصل تعلیمات محفوظ نہ رہ سکیں، بلکہ ان میں ردّ و بدل ہو گیا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تعلیمات چونکہ زمانے کے انقلابات سے متاثر ہوئے بغیر محفوظ ہیں اس لیے وہ اپنی اصل شکل میں موجود ہونے کے باعث قابل اتباع ہیں۔ مگر اس موقع پر یہ غلط فہمی نہ رہے کہ اسلامی قانون کوئی جامد شے ہے، بلکہ وہ ایک متحرک اور لچکدار ضابطہ ہے جو عصری تقاضوں کے ساتھ ساتھ چل سکتا ہے۔ چنانچہ اجتہاد کے ذریعہ ہر دور کے تقاضوں کے پیش نظر نئے نئے مسائل کا حل مصادر شریعت کی روشنی میں نکالا جا سکتا ہے۔ اور یہ کام علمائے مجتہدین کا ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی شریعت ایک مکمل اور دائمی شریعت ہے۔ جو منزل من اللہ ہونے کے باعث ہر دور

کے تقاضوں کے مطابق انسان کی صحیح رہنمائی کرسکتی ہے۔ لہٰذا یہ کبھی فرسودہ یا آوٹ آف ڈیٹ نہیں ہو سکتی۔ اسلامی شریعت پر اس قسم کا الزام لگانا محض ناواقفیت یا سیاسی ذہن کی پیداوار ہے۔

اسلامی قانون ناقابل تبدیل کیوں؟

اصل میں غیر مسلم حضرات کو غلط فہمی اس بنا پر ہے چونکہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں مسلسل ارتقاء ہو رہا ہے اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قانون میں بھی ارتقار یا ترمیم واضافہ ہونا چاہیئے۔ مگر اسلامی قانون اور انسانی قانون میں ایک بنیادی واساسی فرق یہ ہے کہ انسانی قانون ایک محدود نقطۂ نظر کی پیداوار ہونے کی بناء پر ہمیشہ محدود اور ناکافی رہتا ہے۔ کیونکہ انسانی عقل وحواس محدود ہیں جو صرف تجربات ومشاہدات ہی کی روشنی میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔ لہٰذا جو قانون اپنی اصل وضع کے اعتبار سے محض تجربات ومشاہدات کا پابند ہو وہ ظاہر ہے کہ وقتی وعارضی احوال وکوائف ہی کا ساتھ دے سکتا ہے، مستقبل کے احوال کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ انسان کی نظر، خواہ وہ کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو، مستقبل کے احوال میں جھانکنے سے قاصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس ربّ العالمین کا علم چونکہ لامحدود ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام احوال کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اس لیے وہ ناقابل تغیّر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عالم طبیعی میں خلّاقِ فطرت کے جاری کردہ مادی قوانین ناقابل تغیّر ہیں بالکل اسی طرح عالم شرعی میں اُس کے نافذ کردہ اخلاقی اصُول وضوابط بھی ناقابل تبدیل ہیں۔ انسانی قانون چونکہ تجربات کی روشنی میں "معلوم" سے "نامعلوم" کی طرف آگے بڑھ رہا ہے اس لیے اس میں برابر ارتقاء ہو رہا ہے۔ اس کے برعکس ربّ العالمین کا قانون بغیر کسی ارتقاء کے یکبارگی طور پر نازل شدہ ہے اس لیے اس میں ارتقاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جو اپنی جامعیت وکاملیت کے اعتبار سے بھی ایک معجزہ ہے۔

اسلامی قانون کے کامل اور ناقابل تغیّر ہونے کی ایک دوسری بہت بڑی اور تاریخی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کے تیرہ سوسالہ دور حکومت میں دوسری قوموں کے قوانین سے اخذ واستفادہ کے بغیر اہل اسلام کے معاشرتی، تمدنی اور سیاسی معاملات میں پوری طرح کفایت کرتا رہا ہے جو اُس کا ایک ناقابل تردید کارنامہ ہے۔ جب کہ دوسری قوموں کا حال ایسا نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اقوام نے اپنے عائلی وتمدنی قوانین کی عدم کفایت کے باعث رومن لا اور خود اسلامی قانون سے اخذ واستفادے پر خود کو مجبور پایا ہے خاص کر عیسائی مذہب والے ایسا کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ کیونکہ عہد نامہ جدید (NEW TESTAMENT) میں عائلی قوانین نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ سابقہ انبیائے کرام کی شریعتیں چونکہ ناکافی ہونے کے ساتھ ساتھ وقتی وعارضی

تھیں اس لیے انہیں ثبات و دوام حاصل نہ ہو سکا۔ جب کہ اس کے برعکس اسلامی شریعت ایک کامل و دائمی شریعت ہے جو ہر قسم کے تغیرات و تحریفات سے محفوظ ہے اس لیے اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم و اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ عصری تقاضوں کے پیش نظر بذریعہ اجتہاد نئے نئے مسائل کا حل ضرور نکالا جا سکتا ہے اور اس کے نوک پلک درست کیے جا سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے اسلامی قانون کبھی فرسودہ یا جامد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہمیشہ نمو پذیر اور تازہ دم نظر آئے گا، جس میں حرکت اور بیداری کے عناصر اپنے روزِ اول ہی میں ودیعت کیے جا چکے ہیں۔

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ جدید وضعی قوانین کے بعض وہ اصول کلیات جن پر عصر جدید کو بڑا ناز ہے، مثلاً نظریۂ مساوات، نظریۂ عدل، انسانیت نوازی اور اظہار رائے کی آزادی وغیرہ تو یہ سب کے سب اصول و مبادی اسلامی شریعت ہی سے ماخوذ ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ غرض اسلامی شریعت کا مزاج اور اس کا نیچر دیگر قوانین سے یکسر مختلف ہے۔ وہ پہلے ہی دن ایک کامل تر، برتر اور دوامی شکل میں نازل ہوئی ہے، جس پر کہنگی کی پرچھائیاں کبھی نہیں پڑ سکتیں۔ اور وہ چودہ سو سال سے اب تک نہ جانے کتنے فلسفوں، نظریوں اور تحریکوں کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کر چکی ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اب تک تازہ دم اور ہشاش وبشاش نظر آ رہی ہے۔ یہ اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے۔ ورنہ اگر وہ کسی انسان کا بنایا ہوا قانون ہوتا تو وہ کبھی کا آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہوتا۔ لہٰذا اسلامی شریعت اپنے اس مخصوص مزاج و ماہیت کی بنا پر کسی بھی قسم کے ردّ و بدل کو قبول نہیں کر سکتی

اسلامی شریعت ایک ترقی یافتہ قانون

اس تفصیل سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اسلامی قانون اپنے مخصوص مزاج و ماہیت کے اعتبار سے نہ صرف دنیا کے تمام قوانین سے مختلف ہے

بلکہ وہ اپنی نمو پذیری اور لچک کے اعتبار سے بھی ایک برتر اور اعلیٰ درجے کا قانون ہے۔ نیز وہ اتنا جامع اور مانع ہے کہ اس کی نظیر دنیا کے قوانین میں سرے سے موجود نہیں ہے۔ اور اس حیرت انگیز قانون کے اصول و مبادی بالکل مرتب شدہ ہیں، جن کو اصطلاح میں "اصول فقہ" کہا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے قیاس و اجتہاد کو ایک مستقل سرچشمہ قانون تسلیم کر کے اسے حیات جاودانی عطا کر دی ہے۔ اور اسی بنا پر یہ خدائی قانون کبھی فرسودہ نہیں ہو سکتا۔ اب یہ فریضہ علمائے مجتہدین پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اجتہاد کے ذریعہ نئے مسائل کا حل تلاش کر کے عصر جدید کے چیلنج کا مقابلہ کریں۔

اسلامی قانون کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں

مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت واضح رہنی چاہیئے کہ اجتہاد صرف نئے مسائل ہی میں ہو سکتا ہے، جن کے بارے میں قرآن اور حدیث خاموش ہوں۔ لیکن اجتہاد اس کا نام نہیں ہے کہ قرآن یا حدیث کے صریح احکام کو بدل دیا جائے۔ بلکہ منصوص احکام کی روشنی میں نئے مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں بعض نئے دعویداروں یا فقیہانِ خود ساختہ کا یہ مطالبہ کہ "اجتہاد" کے نام پر قرآن و حدیث کے نصوص کو بھی بدل دیا جائے نہایت درجہ گمراہ کن اور شر انگیز ہے۔ اور ایسے لوگ اجتہاد کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں ہاں البتہ ترمیم و اضافہ کا تعلق غیر منصوص مسائل سے ہے جو زیادہ تر "عُرف و عادات" سے متعلق ہیں۔ خود فقہ اسلامی سے عُرف و عادات کا بھی اعتبار کیا ہے۔

اسلامی شریعت کا اصل واضع و شارع صرف باری تعالیٰ ہے، جس میں رد و بدل کا کسی بڑے سے بڑے عالم و مجتہد کو بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس قسم کا اختیار نہیں تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ج إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ

(اے محمدؐ) تو کہہ دے کہ یہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو صرف اسی بات کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بطور وحی بھیجی جاتی ہے۔ (یونس ۱۵)

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

پھر ہم نے آپ کو ایسی شریعت پر ایستادہ کر دیا ہے جو (ہمارے) حکم سے ہے۔ تو آپ اس شریعت کی پیروی کیجئے اور اُن لوگوں کی خواہشات پرست چلئے جو (صحیح) علم نہیں رکھتے۔ (جاثیہ ۱۸)

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ: ہاں دیکھو پیدا کرنا اور حکم چلانا اسی کا کام ہے۔ (اعراف ۵۴)

خلاصہ یہ کہ خدائے ذوالجلال کی حلال کردہ چیزوں کو کوئی بھی حرام نہیں کر سکتا اور نہ اس کی حرام کردہ اشیاء کو کوئی محض اپنی صوابدید سے حلال کر سکتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم و مجتہد کیوں نہ ہو۔ اللہ رب العزت نے اسلامی شریعت کو ہر طرح سے مکمل کر دیا ہے، جسے ترک کر کے کسی دوسری شریعت کو اختیار کرنا اس کے نزدیک معصیت و نافرمانی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو بطور ایک دین کے پسند کیا ہے۔ (مائدہ ۳)

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۔

حکم کرنا صرف اللہ کا کام ہے ۔ اُس نے تاکید کی ہے کہ تم صرف اُسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا طریقہ ہے ۔ (یوسف ۴۰)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول کے ذریعہ یہی پیغام بھیجا تھا کہ (صرف) اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت (غیر خدائی نظام) سے بچو۔

اسلامی شریعت کی معقولیت

اس موقع پر یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ اسلامی شریعت دیگر تمام شرائع کی بہ نسبت حد درجہ معقول و متوازن ہے ۔ اور قرآن مجید دنیا کا وہ پہلا اور واحد صحیفہ ہے جو نظامِ فطرت کے ساتھ ساتھ نظامِ شریعت میں بھی غور و خوض کرنے اور ان میں ودیعت شدہ حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے پر زور دیتے ہوئے باپ دادا کی اندھی تقلید کرنے کی سخت مذمت کرتا ہے ۔ کیوں کہ اندھی تقلید آزادانہ غور و فکر کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ۔ چنانچہ ایسے جامد قسم کے لوگوں کو قرآن مجید میں بہرے اور گونگے قرار دیا گیا ہے جو عقل و دانش سے کام نہ لیتے ہوں ۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ

اللہ کے نزدیک بدترین خلائق وہی لوگ ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں ، جو کچھ بھی نہیں سمجھتے (انفال ۲۲)

اس اعتبار سے اسلام حد درجہ عقلی اور عقلیت پسند (RATIONALIST) مذہب ہے اور اس پر بے عقلی و جمود پسندی یا دقیانوسیت کا الزام لگایا نہیں جا سکتا ۔ چنانچہ قرآن حکیم نے جس طرح مظاہر کائنات یا تخلیقاتِ الٰہیہ میں غور و خوض کی دعوت دی ہے بالکل اسی طرح احکام الٰہی یا قوانین شریعت میں غور و فکر کر کے ان میں موجود شدہ عقلی مصالح و عِلل دریافت کرنے پر اہلِ دانش کو ابھارا ہے ۔ چنانچہ مظاہر کائنات میں غور و فکر کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ؕ دن اور رات کے ادل بدل اور اُن (تمام) چیزوں میں جن کو اللہ آسمانی (اجرام) اور زمین میں پیدا کر رکھا ہے ڈرنے والوں کے لیے یقیناً (اللہ تعالیٰ کی قدرت و ربوبیت کی) نشانیاں موجود ہیں ۔ (یونس ٦)

اور شرعی احکام میں غور و فکر کی ایک مثال اس طرح بیان کی گئی ہے ۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ـ

اللہ تمہارے لیے اسی طرح احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ (البقرہ ۲۱۹)

قرآن مجید میں اس قسم کی بے شمار آیات موجود ہیں جن کے ذریعہ اہل دانش کو تفکر و تدبر اور تحقیق و جستجو پر ابھارا گیا ہے۔ جب کہ دوسرے مذاہب میں آزادانہ غور و فکر اور عقل و دانش پر بندشیں لگائی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دعوتِ فکر وہی ہستی دے سکتی ہے جس کا علم تمام ادوار اور تمام احوال و کوائف پر محیط ہو اور جس کے قانون میں کسی قسم کا نقص یا عیب موجود نہ ہو۔ بالفاظ دیگر جس قانون کو مستقبل کے علمی نظریات یا فلسفیانہ تھپیڑوں سے متزلزل ہو جانے کا کوئی خدشہ نہ ہو۔ چنانچہ خدائی احکام و اوامر محکم علمی بنیادوں پر قائم ہیں جن کو علمی نظریات اور لادینی تحریکیں کبھی زیر و زبر نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الۤرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ؛

یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں (علمی اعتبار سے) مضبوط و مستحکم کی گئی ہیں۔ پھر ایک حکمت والے اور (خدائے) باخبر کی جانب سے اُن کی تفصیل کی گئی ہے۔ (ہود ۱)

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ :

تیرے رب کی بات پوری ہوئی، کیا بہ لحاظ سچائی اور کیا بہ لحاظ اعتدال (چنانچہ) اُس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ (انعام ۱۱۵)

غرض خدائی قانون کے یہ دو بنیادی اوصاف ہیں جو ہر دور میں پورے ہوتے رہتے ہیں۔ ایک سچائی اور دوسرے اعتدال و میانہ روی۔ بالفاظ دیگر خدائی قانون ہر دور کے علمی معیار پر پورا اور کھرا اُترتا رہے گا اور منطق صحیح کی رُو سے وہ متوازن اور بے عیب رہے گا۔ یہاں پر سیاسی ہلّڑ بازی سے کوئی بحث نہیں ہے بلکہ اگر بحث ہے تو علمی سنجیدگی اور متانت سے ہے۔

متمدن قومیں اور اسلامی قانون

آپ خدائی قوانین میں جتنا بھی غور کیجیے اس کی خوبیاں اور اُس کے محاسن کھلتے چلے جاتے ہیں اور وہ ہر دور میں ایک معقول و متوازن قانون نظر آتا ہے جو خدائی علم و حکمت کا مظہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام عالم چار و ناچار اس کو قبول کرنے پر مائل نظر آ رہی ہیں۔ جیسا کہ متمدن دنیا کے موجودہ رجحان سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ طلاق اور تعدّدِ ازدواج ہی کے مسائل کو لے لیجیے تو نظر آئے گا کہ آج دنیا کی قومیں سب سے زیادہ اسلام کے ان ہی دو قوانین کو بُرا بھلا کہتی ہیں اور انہیں حقوقِ نسواں کے خلاف قرار دیتی ہیں۔ مگر عملاً دیکھا جائے تو دکھائی دے گا کہ وہ اسلام کے انہی دو قوانین کی طرف بے تحاشہ بڑھتی بھی چلی جا رہی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء کے ہندو کوڈ

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۹ پر)